بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز —— علامہ خمینی کے نظریات

> ایڈیٹر الحق کے سفرِ حج پر جانے کی وجہ سے اس ماہ کے نقشِ آغاز میں برصغیر کے عظیم دینی مرکز دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم کا تازہ اداریہ شامل کیا جارہا ہے۔

انقلاب ایران کے قائد اور لیڈر علامہ خمینی نہ صرف شیعی معتقدات کے پابند ہیں بلکہ وہ مذہب شیعیت کے زبردست داعی اور مبلغ بھی ہیں اس لئے ان کی سرکردگی اور سرپرستی میں ایران کے اندر جو انقلاب رونما ہوا ہے وہ ایک خالص شیعی انقلاب ہے، جس کا اسلامی انقلاب سے ادنیٰ بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن تقیہ (جھوٹ اور فریب) کے دامِ تذویر اور پروپیگنڈہ کی غیر معمولی طاقت کے ذریعہ دنیا کو یہ باور کرایا جارہا ہے کہ علامہ خمینی شیعہ سنی اختلاف سے بیزار، وحدتِ اسلامی کے علم بردار ہیں اور مذہب شیعہ کے برخلاف وہ حضرات صحابہ بالخصوص خلفاء راشدین کی عزت وحرمت سنیوں ہی کی طرح کرتے ہیں۔ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر عوام کے علاوہ بہت سے اربابِ علم وتحقیق بھی علامہ خمینی کو ایسا ہی یقین کرتے ہیں اور اس بنیاد پر ایران میں ان کے برپا کئے ہوئے انقلاب کو اسلامی انقلاب کہتے اور سمجھتے ہیں۔

اس بارے میں ہمارے پاس کثرت سے خطوط آئے جن میں عام طور پر صحیح صورتِ حال سے بے خبری کی بنا پر غلطی میں پڑ جانے کا اعتراف ہے۔ لیکن ان میں ایک خط ایسا بھی ہے جس میں حرفِ آغاز کے مندرجات سے اختلاف کیا گیا ہے۔ یہ مکتوب بنگلور کی ایک مسجد کے امام صاحب کی جانب سے لکھا گیا ہے۔ اس کے لب ولہجہ اور اندازِ تحریر کے متعلق ہمیں کچھ کہنا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنی ہمت واندازہ کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہے۔ البتہ موصوف کی دلیل جو انہوں نے پیش کی ہے۔ ضرور محلِ نظر ہے۔ وہ اپنی رائے کی اصابت کو مدلل کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔ ایران کے انقلاب کو جماعتِ اسلامی ہند و پاک متفقہ طور پر مانتی اور کہتی ہے۔ اس لئے اسے شیعی انقلاب کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں اتنی گذارش ہے کہ اگر موصوف کے نزدیک جماعتِ اسلامی ہی معیارِ حق ہے۔ تو پھر مزید گفتگو بے سود ہے۔ لیکن اگر کھلے دل و دماغ سے حقائق کو دلائل و براہین کی روشنی میں دیکھا جائے تو بات وہی درست ہے جو فروری کے شمارہ میں لکھی گئی ہے۔

شیعی معتقدات میں مسئلہ امامت، تبرا، تحریف قرآن اور تقیہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ علامہ خمینی ان عقائد میں اپنے پیش رو علماء کے بالکل نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ بلکہ ان سے بھی دو چار قدم

آگئے ہی ہیں۔ چنانچہ فروری کے شمارہ میں مسئلہ امامت سے متعلق علامہ خمینی کی رائے خود ان کی مشہور تصنیف "الحکومۃ الاسلامیہ" کے حوالہ سے وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے ائمہ کو نہ صرف معصوم سمجھتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک ائمہ کا درجہ اور مقام ملائکہ مقربین اور حضرات انبیاء صلوات اللہ علیہم سے بھی بلند تر ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ وہ اپنے ائمہ کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرح ہر قسم کے خطاء و نسیان اور بھول چوک سے بری سمجھتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات پر قرآن حکیم کی تعلیمات کی طرح سے عمل کرنا فرض اور ضروری سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب مذکور کے صفحات ۱۳ اور ۵۲ وغیرہ)

اسی طرح مسئلہ تبرا میں وہ کسی شیعی عالم سے پیچھے نہیں ہیں۔ چنانچہ صحابیٔ رسول حضرت بن جندب رضی اللہ عنہ پر صاف لفظوں میں وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہیں۔ (الحکومۃ الاسلامیہ ص۷۱) کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خاص تبرائی انداز میں یوں کرتے ہیں: ومعاویہ تراس قومہ اربعین عاماً ولکنہٗ لم یکسب لنفسہ سویٰ لعنۃ الدنیا وعذاب الآخرۃ الجہاد الاکبر ص۱۸۔

معاویہ نے چالیس سال اپنی قوم پر حکومت کی لیکن اس مدت میں اپنے لئے دنیا کی لعنت، اور آخرت کے عذاب کے علاوہ کچھ نہیں حاصل کیا۔

اپنی ایک اور تصنیف "کشف الاسرار" میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اگر قرآن میں صراحت کے ساتھ امام کا نام ذکر کر دیا جاتا تو اس اہم ترین مسئلہ میں امت کے درمیان اختلاف نہ پیدا ہوتا۔؟ لکھتے ہیں:

> فرضاً در قرآن اسم امام را ہم تعیین می کرد از کجا خلاف بین مسلمانہا واقع می شد آنہا نیکہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپاندہ بودند ودستہ بندیہا می کردند ممکن نہ بود بگفتہ قرآن از کار خود دست بردارند باہر حیلہ بود کار خود را انجام می دارند بلکہ شاید در ایں صورت خلاف بین مسلمانہا طورے می شد کہ بانہدام اصل اسلام منتہی می شد زیرا کہ ممکن بود آنہاکہ در صدد ریاست بودند چوں دیدند کہ باسم اسلام نمی شود بمقصود خود برسند یکرہ حزبے بر ضد اسلام تشکیل میدادند۔ (ص۱۱۳، ص۱۱۴)

یعنی بالفرض اگر قرآن میں امام کا نام متعین طور پر ذکر کر دیا جاتا تو اس سے مسئلہ امامت میں باہمی نزاع کا ختم ہونا کیونکر لازم آتا ہے۔ جن لوگوں نے حکومت، ریاست کی لالچ ہی میں اپنے آپ کو مدت دراز تک دین پیغمبر کے ساتھ چپکا رکھا تھا اور فرمانبردار بنے ہوتے تھے۔ ان سے ممکن نہیں تھا کہ وہ

قرآن کے حکم کو مان کر اپنے مقصد سے دست بردار ہوجاتے جس حیلے سے بھی ان کی مقصد براری ہوتی وہ اسے قطعی طور پر اختیار کرتے ۔بلکہ شاید امام کے نام کی تصریح کی صورت میں مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف ہوتا کہ اسلام کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی ۔ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ اسلام لانے سے جن کا مقصد حصول ریاست وحکومت تھا وہ جب دیکھتے کہ اسلام کے نام سے وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے تو وہ اسلام ہی کے خلاف ایک پارٹی بنا کر میدان میں آجاتے ۔

علامہ خمینی اپنی تحریر "انہا نیکہ سالہا درطمع ریاست خود بدین پیغمبر چسپانیدہ بودند ___ الخ" سے حضرات خلفاء ابوبکر صدیق ، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی جانب تعریض کر رہے ہیں ۔جیساکہ مذہب شیعہ سے واقفیت رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں ۔

علامہ خمینی نے اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا نام لیکر ان پر قرآن کی مخالفت کا الزام و اتہام لگایا ہے اور اس پر بھی جب ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا تو "حدیث قرطاس" کی بحث میں حضرت فاروق اعظم کو (نعوذ باللہ) کافر اور زندیق تک لکھ گئے ۔

ملاحظہ ہو اصل عبارت :

"ایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شد مخالف است با آیاتے از قرآن کریم ۔
(کشف الاسرار صـ۱۱۹)

کیا ان واضح تصریحات کے ہوتے ہوتے بھی علامہ خمینی کے بارہ میں یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ شیعہ سنی اختلاف سے بیزار ہیں اور حضرات صحابہ بالخصوص خلفاء اربعہ کا احترام کرتے ہیں ۔؟ علامہ خمینی کے انہیں شیعی معتقدات کی بنا پر ملت اسلامیہ کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ پروپیگنڈہ کے فریب میں نہ آئیں ۔ انقلاب ایران درحقیقت ایک شیعی انقلاب ہے اور اس کی نگاہیں حرمین شریفین پر لگی ہوئی ہیں ۔" اب رہا جماعت اسلامی کا مسئلہ تو یہ جماعت، اور اس کے بانی شیعیت سے بہت قریب رکھتے ہیں ۔ اس لئے ان کی حمایت، اس انقلاب کے اسلامی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل